پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

قصّہ شہر بانو (سلامہ یا سلافہ)

ماہنامہ نقیب ختمِ نبوّت ملتان دسمبر ۲۰۱۳ء کے شمارہ میں جناب مفتی ابوالخیر عارف محمود استاد ورفیق شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ فاروقیہ کراچی کا ایک مضمون بہ عنوان ''حضرت زین العابدین علیؒ بن حسینؓ، اہل سنت والجماعت کی نظر'' میں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ جس میں موصوف ابتدا ہی میں اہلِ باطل کے بے بنیاد پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے۔ چنانچہ فاضل مضمون نگار لکھتے ہیں:

''اس تحریر کا مقصد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس جلیل القدر صاحبزادے (حضرت زین العابدینؒ) کا صحیح تعارف اوران کی زندگی کا حقیقی روپ پیش کرنا ہے جو اہلِ باطل کے بے بنیاد پروپیگنڈے کی وجہ سے لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہے......

علامّہ ذہبیؒ نے تاریخ اسلام (۱۸۱/۳) میں یعقوب بن سفیان فسوی سے نقل کیا ہے کہ علیؒ بن حسینؓ ۳۳ھ میں پیدا ہوئے لیکن سیر اعلام النبلاء (۳۸۶/۴) میں علامہ موصوف نے یہ لکھا ہے کہ (شاید) ان کی پیدائش ۳۸ھ میں ہوئی ہے۔ علاّمہ ابوالحجاج جمال الدین یوسف مزیؒ نے بھی تہذیب الکمال (۳۸۳/۲۰) میں یعقوب بن سفیان سے سن ولادت ۳۳ھ نقل کیا ہے اور یہی راجح ہے۔

علیؒ بن حسینؓ کی والدہ کا نام سلامہ یا سلافہ ہے جو اس وقت کے شاہ فارس یزدجرد کی بیٹی تھی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایران فتح ہوا تو یہ لونڈی بنا لی گئی تھی (سیر اعلام النبلاء ۳۸۶/۴، تہذیب الکمال ۲۰/ ۳۸۳)۔ ابن سعد نے طبقات (۲۱۱/۵) میں اس کا نام غزالہ نقل کیا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان کی والدہ خلیفہ یزید بن ولید بن عبدالملک کی پھوپھی تھی (سیر اعلام النبلاء (۳۹۹/۴) لیکن یہ ضعیف قول ہے۔''

(ماہنامہ نقیب ختمِ نبوّت ملتان، ص: ۲۳۔۲۴، دسمبر ۲۰۱۳ء)

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

''حضرت زین العابدین کی ولادت ۳۸ھ کے کسی مہینہ میں ہوئی۔ ان کی والدہ سلافہ آخری شاہِ ایران یزدگرد کی صاحبزادی تھیں عام طور پر وہ شاہ بانو کے نام سے مشہور ہیں۔'' (المرتضیٰؓ ص: ۲۷۸)

معروف محقق وسکالر جناب حکیم محمود احمد ظفر رقم طراز ہیں:

''شیعہ اور سُنّی دونوں مؤرخین نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ایک زوجہ کا نام شہر بانو بنت یزدگرد ذکر کیا ہے جس سے جناب علیؓ بن حسینؓ (زین العابدین) پیدا ہوئے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامر بن کریز نے جب خراسان کو فتح کیا تو اور غنائم کے ساتھ بادشاہ یزدگرد کی دو لڑکیاں بھی قیدی ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئیں، پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ دونوں لڑکیاں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو عطا فرمائیں۔''
(سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما، تاریخ کے آئینہ میں، ص:۱۵۹۔۱۶۰)

جب کہ حضرت مولانا محمد نافع اس واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''اس واقعہ کے ذریعہ ثابت ہوا کہ خلافت فاروقی برحق تھی غاصبانہ نہ تھی اور اس کے فوجی تصرفات سب درست تھے اور اس کے غنائم کو اخذ کرنا شرعاً صحیح تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے اپنے تمام حقوق مالی وصول فرماتے تھے اور ان حضرات کا آپس میں کوئی سیاسی و مذہبی اختلاف ہرگز نہ تھا۔ یہ تاریخی واقعات ان گزارشات پر شاہدِ عدل ہیں۔'' (رحماء بینہم۔ حصہ دوم، ص:۲۷۱)

حضرت موصوف اس قصہ کو عہدِ عثمانی میں دوبارہ زیرِ بحث لاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''شہر بانو کا یہ واقعہ قبل ازیں حصہ صدیقی و حصہ فاروقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتوحات و غنائم میں درج ہو چکا ہے یہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فتوحات میں نقل کرنا تضاد بیانی ہے۔ اس شبہ کے ازالہ کے لیے صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ ہم نے شیعہ علماء کا بیان بطور الزام نقل کر دیا ہے۔ اگر یہ تضاد بیانی ہے تو ان کے علماء نے ذکر کی ہے ہم ناقل ہیں۔ یہ ان کے ائمہ کے فرمودات ہیں۔ اگر ضرورت سمجھیں تو اس کا رفعِ تضاد خود ہی فرما دیں ہمارے استدلال میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا شہر بانو بنت یزدجرد کا واقعہ اگر خلافت فاروقی میں پیش آیا تھا تب بھی ٹھیک ہے۔ اگر خلافتِ فاروقی میں نہیں بلکہ خلافتِ عثمانی میں ہوا تب بھی درست ہے۔ مقصود یہ ہے کہ خلیفہ دوم و خلیفہ سوم نے ہاشمیوں کے مالی حقوق غنائم وغیرہ سے ادا کیے، ضائع نہیں کیے اور ان حضرات کے باہمی تعلقات و روابط ٹھیک طرح قائم تھے۔ **ھٰذا ھو المرام**۔'' (رحماء بینہم، حصہ سوم۔ ص:۱۵۸)

شیعہ مجتہد کلینی حضرت زین العابدین کے متعلق لکھتے ہیں:

''حضرت علی بن حسینؓ ۳۸ھ میں پیدا ہوئے اور آپ کی وفات ۹۵ھ میں بعمر ۵۷ سال ہوئی۔ ان کی والدہ کا نام سلامہ (زیادہ مشہور شہر بانو ہے ممکن ہے کہ یہ نام اسلامی ہو) بنت یزدجرد بن شہریار بن شیرویہ بن کسریٰ ابرویز۔ اور یزدجرد ایران کا آخری بادشاہ تھا۔ امام محمد باقر نے فرمایا کہ بنت یزدجرد حضرت عمر کے پاس آئیں تو مدینہ کی باکرہ لڑکیاں

ان کا حسن و جمال دیکھنے بالائے بام آئیں جب مسجد میں داخل ہوئیں تو چہرے کی تابندگی سے مسجد روشن ہوگئی۔ عمر نے جب ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے اپنا چہرہ چھپا لیا اور کہا: برا ہو ہرمز کا کہ اس کی سوئے تدبیر سے یہ روزِ بد نصیب ہوا۔

حضرت عمر نے کہا: کیا تو مجھے گالی دیتی ہے (کہ میرے دیکھنے کو روزِ بد کہا) اور ان کی اذیت کا ارادہ کیا۔ امیر المؤمنین (حضرت علیؑ) نے کہا: ایسا نہیں ہے۔ اس کو اختیار دو کہ وہ مسلمانوں میں سے کسی کو اپنے لیے اختیار کرے۔ اس کے حصہ غنیمت میں اس کو سمجھ لیا جائے۔ جب اختیار دیا گیا تو وہ لوگوں کو دیکھتی ہوئی چلیں اور امام حسینؑ کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ امیر المؤمنین (حضرت علیؑ) نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ جہاں شاہ۔ حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ شہر بانو۔

پھر امام حسینؑ سے فرمایا: اے ابوعبداللہ: تمہارا ایک بیٹا اس کے بطن سے پیدا ہوگا جو اہل زمین میں سب سے بہتر ہوگا چنانچہ علی بن الحسین پیدا ہوئے پس وہ بہترین عرب ہاشمی ہونے کی وجہ سے اور بہترین عجم تھے ایرانی ہونے کی وجہ سے۔ ابوالاسود الدؒئلی نے کہا ہے:

(ترجمہ) وہ ایسے لڑکے ہیں جن کا تعلق کسریٰ اور ہاشم دونوں سے ہے۔ جن بچوں کے گلے میں تعویذ ڈالے جاتے ہیں ان میں وہ سب سے بہتر ہیں۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی، جلد: سوم، ص: ۵۸۔ تحت ذکر مولد علی بن الحسین علیہما السلام۔ کتاب الحجۃ، باب نمبر: ۱۱۵)

شیخ مفید لکھتے ہیں:

”حسین بن علیؑ کے بعد ان کے بیٹے ابومحمد علی بن الحسینؑ زین العابدین امام ہیں اور آپ کی کنیت ابوالحسن بھی تھی اور آپ کی مادر گرامی جناب شاہ زنان بنت یزدجرد بن شہریار بن کسریٰ ہیں اور کہا گیا ہے کہ آپ کا نام شہر بانو تھا اور امیر المؤمنینؑ نے حریث بن جابر حنفی کو مشرقی جانب کا والی و حاکم بنایا تو اس نے آپ کی خدمت میں یزدجرد بن شہریار بن کسریٰ کی دو شہزادیاں بھیجیں، ان میں سے شاہ زنان آپ نے اپنے بیٹے حسینؑ کو بخش دی اور جس سے زین العابدین اور دوسری بہن محمد بن ابوبکر کو بخشی جس سے قاسم بن محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے اور یہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔

امام علی بن الحسینؑ کی ولادت ۳۸ھ میں ہوئی...... آپ کی وفات مدینہ میں ۹۵ھ میں ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر ۵۷ سال تھی اور آپ کی امامت ۳۴ سال رہی۔“

(تذکرۃ الاطہار، ترجمہ کتاب الارشاد۔ از سید صفدر حسین نجفی، ص: ۳۲۶)

شمس العلماء علاّمہ شبلی نعمانیؒ رقم طراز ہیں:

”اس موقع پر حضرت شہر بانو کا قصہ جو غلط طور پر مشہور ہوگیا ہے اس کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ عام طور پر یہ مشہور

ہے کہ جب فارس فتح ہوا تو یزدگرد شہنشاہ فارس کی بیٹیاں گرفتار ہو کر مدینہ میں آئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عام لونڈیوں کی طرح بازار میں ان کے بیچنے کا حکم دیا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ منع کیا کہ خاندانِ شاہی کے ساتھ ایسا سلوک جائز نہیں۔ ان لڑکیوں کی قیمت کا اندازہ کرایا جائے پھر یہ لڑکیاں کسی کے اہتمام اور سپردگی میں دی جائیں اور اس سے ان کی قیمت اعلیٰ سے اعلیٰ شرح پر لی جائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود ان کو اپنے اہتمام میں لیا اور ایک امام حسینؓ کو، ایک محمد بن ابی بکر کو، ایک عبداللہ بن عمرؓ کو عنایت کی۔

اس غلط قصہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمخشری نے جس کو فنِ تاریخ سے کچھ واسطہ نہیں ہے ربیع الابرار میں اس کو لکھا اور ابن خلکان نے امام زین العابدین کے حال میں یہ اس کے حوالہ سے نقل کردی۔ لیکن یہ محض غلط ہے۔ اوّلاً تو زمخشری کے سوا طبری، ابن الاثیر، یعقوبی، بلاذری، ابن قتیبہ وغیرہ کسی نے اس واقعہ کو نہیں لکھا اور زمخشری کا فنِ تاریخ میں جو پایہ ہے وہ ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ تاریخی قرائن اس کے بالکل خلاف ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں یزدگرد اور خاندانِ شاہی پر مسلمانوں کو مطلق قابو نہیں ہوا۔ مدائن کے معرکہ میں یزدگرد مع تمام اہل وعیال کے دارالسلطنت سے نکلا اور حلوان پہنچا۔ جب مسلمان حلوان پر بڑھے تو وہ اصفہان بھاگ گیا اور پھر کرمان وغیرہ میں پھرتا رہا۔ مرو میں پہنچ کر ۳۰ ھ میں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ ہے مارا گیا۔ اس کی آل واولاد اگر گرفتار ہوئے ہوں گے تو اسی وقت گرفتار ہوئے ہوں گے۔ مجھ کو شبہ ہے کہ زمخشری کو یہ بھی معلوم تھا یا نہیں کہ یزدگرد کا قتل کس عہد میں واقع ہوا۔

اس کے علاوہ جس وقت کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس وقت امام حسینؓ کی عمر بارہ برس کی تھی کیونکہ جناب ممدوح ہجرت کے پانچویں سال کے بعد پیدا ہوئے اور فارس ۱۷ھ میں فتح ہوا۔ اس لیے یہ امر بھی کسی قدر مستبعد ہے کہ حضرت علیؓ نے ان کی نابالغی میں ان پر اس قسم کی عنایت کی ہوگی۔

اس کے علاوہ ایک شہنشاہ کی اولاد کی قیمت نہایت گراں قرار پائی ہوگی اور حضرت علیؓ نہایت زاہدانہ اور فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ غرض کہ کسی حیثیت سے اس واقعہ کی صحت پر گمان نہیں ہوسکتا۔''

(الفاروق، حصہ دوم، ص: ۴۵۹۔ ۴۶۱۔ تحت ''حضرت شہربانو کا قصہ'')

مولانا شاہ معین الدین ندوی لکھتے ہیں:

''بعض پچھلی کتابوں میں حضرت امام حسینؓ کی ازواج میں ایک کا نام یزدگرد شاہِ ایران کی لڑکی شہربانو کا بھی ملتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت امام زین العابدین ان ہی کے بطن سے تھے لیکن کسی قدیم مأخذ میں اس کا ذکر نہیں ہے اس لیے قابلِ

اعتماد نہیں اور یہ (راویت) ایرانیوں نے سیاسی مقاصد کے لیے گھڑی ہے۔“ (سیر الصحابہ، جلد:۴، حصہ ششم، ص:۲۳۳)

ایران کی سلطنت کا چوتھا دور ساسانیوں کا عہد کہلاتا ہے جو نوشیرواں عادل کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نوشیرواں کا پوتا خسرو پرویز تخت نشین تھا۔ اس کے زمانے تک یہ سلطنت بڑی طاقت ور رہی لیکن اس کے مرنے کے بعد مملکت میں سخت تباہی پھیل گئی۔ اس کے بیٹے شیرویہ نے کل آٹھ مہینے حکومت کی اور اپنے تمام بھائیوں کو جو کم و بیش پندرہ تھے، قتل کر دیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اردشیر تخت پر بیٹھا جس کی عمر سات برس تھی۔ ڈیڑھ سال کے بعد ایک افسر نے اسے قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ چند روز بعد درباریوں نے اسے قتل کر کے جُوان شیر کو تخت نشین کیا وہ ایک برس کے بعد مر گیا۔ اب خاندان میں یزدگرد کے سوا (جو اس وقت بچہ تھا) کوئی اولادِ ذکور باقی نہ رہی تو ایک خاتون پوران دخت کو تخت نشین کر دیا گیا لیکن جب اختلاف حد سے بڑھ گیا تو اسے معزول کر کے ۱۳ھ میں ابوحنیفہ دینوری کی روایت کے مطابق ۱۶ سالہ یزدگرد کو تخت پر بٹھا دیا گیا۔ جبکہ بعض روایات کی رو سے اس وقت اس کی عمر اٹھارہ برس یا اکیس برس تھی۔

انساب کے مشہور شیعہ فاضل ابن عنبہ جمال الدین لکھتے ہیں کہ:

”شہر بانو کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ فتح مدائن کے موقع پر گرفتار ہوئی تھی اور عمر بن خطاب نے حسینؓ کو عنایت کی تھی۔“ (عمدۃ المطالب، ص:۱۹۲۔ الفصل الثانی فی عقب الحسین الشہیدؓ)

مدائن ۱۶ھ میں فتح ہوا۔ یزدجرد مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے ہی اپنے اہل و عیال اور خزائن کو مدائن سے روانہ کر چکا تھا بلکہ اس کے ساتھ امرائے سلطنت، اس کی کنیزیں اور حرم شاہی اور ایک لشکر بھی تھا۔ تاہم قصر ابیض (شاہی محل) اور دار السلطنت میں مال و دولت کی کمی نہ تھی۔ اسلامی لشکر کے دریا عبور کر لینے کا سن کر یزدجرد بھی مدائن سے چلا گیا۔

مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں:

”ایرانی سلطنت تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہی کے عہدِ خلافت میں برباد ہو چکی تھی۔ سلطنت کے بعد سرحدی صوبے یا بعض شہر جو باقی تھے وہ خلافتِ عثمانی میں مسخر ہو گئے تھے لیکن یزدجرد شاہ فارس کی حالت یہ تھی کہ کبھی رے میں ہے، کبھی بلخ میں، کبھی مرو میں ہے تو کبھی اصفہان میں۔ کبھی اصطخر میں ہے تو کبھی جیحون کو عبور کر کے ترکستان میں چلا گیا ہے، کبھی چین میں ہے کبھی پھر فارس کے اضلاع میں آ گیا ہے۔ غرض اس کے ساتھ کئی ہزار ایرانیوں کی جمعیت تھی اور وہ اپنی خاندانی عظمت اور ساسانی اقتدار و بزرگی کی بدولت لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لینے میں کامیاب ہو جاتا اور لوگ بھی اس توقع میں کہ شاید اس کا ستارۂ اقبال پھر طلوع ہو اس کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ یہی سب سے بڑی وجہ تھی کہ ایران کے اکثر صوبوں میں،

ضلعوں اور شہروں میں کئی کئی مرتبہ بغاوت ہوئی اور مسلمان سرداروں نے اس کو بار بار فرو کیا۔

اس مرتبہ یعنی ۳۱ھ میں یزدجرد چین و ترکستان کی طرف سے ایک جمعیت کے ساتھ نواحِ بلخ میں آیا، یہاں اس نے بعض شہروں پر چند روز قبضہ حاصل کیا لیکن اس کے اقبال کی نحوست نے اس کو وہاں سے ناکام فرار ہونے اور مسلمان کی قید میں پڑنے کے بجائے بھاگ کر ایک پن چکی والے کی پناہ میں جانے پر مجبور کیا۔ پن چکی والے نے اس کے قیمتی لباس کے لالچ میں جب وہ سو رہا تھا قتل کر دیا اور لباس و زیور و ہتھیار وغیرہ اتار کر اس کی لاش کو پانی میں ڈال دیا۔

(تاریخ اسلام، حصہ اوّل، ص: ۳۴۸)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یزدگرد مدائن کی فتح سے پہلے ہی وہاں سے بھاگ گیا تھا۔ لہٰذا مدائن یا اس کے بعد کی فتوحات میں یزدگرد کی لڑکیوں کے گرفتار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر یزدگرد کے اہل و عیال میں سے کوئی گرفتار ہوا ہوگا تو اس وقت جب وہ پن چکی میں قتل ہوا ہے لیکن وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ عام قول کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش ۵ھ میں ہوئی جبکہ مدائن کی فتح ۱۶ھ میں واقع ہوئی اس لحاظ سے اس وقت ان کی عمر گیارہ برس کی تھی۔ یہ بات یقیناً بعید از فہم ہے کہ اتنی چھوٹی عمر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لونڈی عنایت کر دی ہو۔ پھر تعجب بالائے تعجب یہ کہ فتح مدائن ۱۶ھ کے وقت خود یزدگرد کی عمر ۱۹ سال تھی۔ کیا اس عمر کے لڑکے یا باپ کے ہاں تین بیٹیاں اتنی بڑی عمر کی ہو سکتی ہیں کہ وہ حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور محمد بن ابی بکر کو عطا کر دی گئی ہوں؟

یہ ملحوظ رہے کہ محمد بن ابی بکر کی ولادت حجۃ الوداع کے سال ۱۰ھ میں ذوالحلیفہ کے مقام پر ماہ ذی قعدہ کے اواخر میں ہوئی۔ ان کی والدہ کا نام اسماء بنت عمیسؓ تھا۔ فتح مدائن کے وقت محمد بن ابی بکر کی عمر فقط ۶ سال تھی۔

شہر بانو سے متعلق اہل تشیع کی متضاد روایات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مجوسیوں کی خود تراشیدہ اور وضعی داستان ہے جس کا حقیقت کے ساتھ ذرہ برابر بھی کوئی تعلق نہیں۔ سخت حیرت ہے کہ زعمائے اہل سنت نے کیوں کر ان موضوع روایات پر اعتماد کر لیا؟

قدیم مؤرخ و نسّاب ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ (م۔ ۲۷۶ھ) حضرت زین العابدین کا سلسلۂ نسب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بعضوں کا بیان ہے کہ ان کی ماں سندھ کی رہنے والی تھیں جن کا نام سلافہ تھا اور بعضوں نے غزالہ کہا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ان کے آزاد غلام جناب زبید نے حضرت امام زین العابدین کی والدہ محترمہ سے عقد کیا

تھا۔ان سے عبداللہ نامی ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جو علی اصغر کا ماں کی طرف سے سوتیلا بھائی تھا۔

علی بن محمد نے براویت عثمان بن عثمان بیان کیا کہ حضرت علیؒ بن حسینؓ نے اپنی ماں کا نکاح اپنے آزاد غلام سے کرایا اور اپنی ایک لونڈی کو آزاد کر کے خود اس سے نکاح کر لیا۔اس پر خلیفہ عبدالملک نے ان کو غیرت دلائی تو انہوں نے اس کے پاس لکھ بھیجا کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اچھی تابعداری کرنی چاہیے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ بنت حیی کو آزاد کر کے نکاح کر لیا تھا اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آزاد کر کے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحشؓ سے نکاح کر دیا تھا۔''

(تاریخ الانساب اردو ترجمہ، کتاب المعارف از مولانا سلام اللہ صدیقی، ص:۲۲۰)

حضرت زین العابدین کی والدہ کا نام ''سلافہ'' تھا۔بعض حضرات کے نزدیک یہ افریقہ سے گرفتار ہو کر آئی تھیں۔ اس لیے انہیں کوئی بربری اور کوئی سوڈانی قرار دیتا ہے۔

ابن حزم نے اپنی کتاب جمہرۃ الانساب میں ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح نے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں افریقہ پر حملہ کیا تو یہ سوڈان سے گرفتار ہو کر آئیں لیکن نسلاً یہ سندھی تھیں۔

تاریخ میں حضرت زین العابدین کی والدہ کے تین نام پائے جاتے ہیں۔

۱۔شاہ جہاں ۲۔شاہ زماں ۳۔سلامہ

صاحب اصولِ کافی جناب کلینی نے بھی ''سلامہ'' ہی ذکر کیا ہے جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تبدیل کر کے ''شاہ بانو'' تجویز کیا تھا۔

ممکن ہے کہ سبائیوں نے سندھ کی رہائشی ''سلافہ'' کو ''سلامہ'' میں تبدیل کر دیا ہو اور اسے بقول شاہ معین الدین ندوی سیاسی مقاصد حاصل کرنے کی خاطر یزدجرد کی طرف منسوب کر دیا ہو اور یہ کچھ بعید بھی نہیں ہے۔

بہرحال نقیبِ ختمِ نبوّت کے فاضل مضمون نگار جناب مفتی ابوالخیر عارف محمود استاذ و رفیق شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ فاروقیہ کراچی کی اس تحقیق کے ساتھ اتفاق نہیں کیا جا سکتا کہ سلامہ یا سلافہ شاہ فارس یزدجرد کی بیٹی تھی جسے دورِ فاروقی میں فتح مدائن (ایران) کے موقع پر لونڈی بنالیا گیا تھا۔